سوال

ایک عیسائی کا دعوی ہے کہ قرآن کریم کی آیات میں تصادم ہے۔

جواب

الحمد للہ.

ں :

میں زبان درازی اوراس کی آیات میں تناقض اور تعارض تلاش کرنے کی یہ کوئی پہلی کوشش نہیں ہے ، پہلے بھی اس جیسے حملے کیے جا چکے ہیں اور ہر ایک ناکام و نامراد ہی واپس لوٹا ، ہمارے پاس ہمارے رب کی طرف سے نازل شدہ کتاب قرآن مجید میں اگر یہود و نصاری کی کتابوں میں پائی جانے والی تحریف

ن کردہ آیت جو کہ قرآن کریم میں عدم تناقض پر دلالت کرتی ہے اس پر صحیح طرح سے غور و فکر کر لیتا تو کبھی بھی قرآن مجید پر تنقید کرنے کے لیے ان شبہات کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔ اولین عربوں سے لے کر معاصر عربوں تک ان میں علما ، دانشور ، ادیب ، اور سخن ور گزرے ہیں سب کے سب ق

راً

[82:ء

ں لیے اگر یہ عیسائی شخص قرآنی آیات پر حقیقی معنی میں غور و فکر کرتا تو اسے تھوڑا یا زیادہ بالکل بھی اختلاف نظر نہ آتا ، اگر تھوڑی سی زحمت کرتے ہوئے راسخ العلم علمائے کرام کی گفتگو کا مطالعہ کرتا تو اسے قرآن مجید میں تناقض نظر نہ آتا۔

، قرآن کریم کی تلاوت تدبر کے بغیر کرتا ہے خصوصاً ایسا شخص جو پہلے سے ہی کسی خاص منفی رجحان کی طرف مائل ہے تو یہ فطری چیز ہے کہ اسے قرآن کریم کی آیات میں تناقض اور تعارض نظر آئے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تناقض اور تعارض اس کے فہم اور ذہن میں ہے اللہ تعالی کی محکم آیات میں کوئی تناق

، اس اندازِ آغاز سے ہی متاثر ہو کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے اس کتاب کے مندرجات کسی بشر کی طرف سے نہیں ہیں ، اور کسی بھی انسان کے لیے اپنی تالیف کے آغاز میں اس طرح کے الفاظ کہنا ممکن ہی نہیں ہیں ، چنانچہ جب انہوں نے قرآنی آیات کی تلاوت کی تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ واقعی رب العا

ن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اسی لیے اللہ تعالی نے تدبر قرآن کی ترغیب دلائی؛ کیونکہ قرآن کریم پر تدبر کرنے والے کو یقینی ، ضروری اور لازمی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب حق اور سچ ہے ، بلکہ سب سے زیادہ حق اور سب سے زیادہ سچ ہے ، پھر جو شخصیت اسے لے کر آئی ہے وہ بھی اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ

ا یَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

"[82:ء

ے ہی فرمایا :

بَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

ترجمہ : کیا وہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ [محمد : 24]

لے اتر جائیں اور براہ راست قرآنی حقائق سے نور حاصل کریں تو یہ دل ایمانی روشنی سے منور ہو جائیں گے اور انہیں اس کتاب کے اللہ تعالی کی طرف سے ہونے کا بالکل اسی طرح یقین ہو جائے گا جیسے انسان خوشی ، غمی ، محبت اور خوف جیسے وجدانی امور پر یقین رکھتا ہے ، اسے یقین ہو جائے گا کہ اللہ تعالی نے

"مدارج السالکین "(3/471، 472)

بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم تعارض اور تناقض سے بالکل خالی ہے ، اور اگر کہیں ظاہری طور پر اختلاف نظر آئے تو وہ "اختلاف تلاوم" یعنی ایسا اختلاف جو الگ الگ ہونے کے باوجود بھی مختلف نہ ہو ، یہ اختلاف حالت ، زمانہ اور شخص کے بدلنے سے رونما ہوتا ہے ، اسے بالکل آسانی سے حل کیا جا سکے

بکر جصاص رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اختلاف کی تین قسمیں ہیں :

اختلاف تناقض : اس میں ایک چیز دوسری چیز کے بالکل الٹ اور منافی ہوتی ہے۔

اختلاف تفاوت : اس میں ایک چیز زیادہ بلیغ ہوتی ہے اور دوسری چیز غیر معیاری ہوتی ہے۔

تو قرآن کریم میں یہ دونوں قسم کے اختلافات نہیں ہیں ، اور یہ قرآن کریم کے اعجاز کا ایک مظہر ہے؛ کیونکہ کوئی بھی کتنا ہی فصیح و بلیغ ہی کیوں نہ ہو جب اس کا کلام طویل ہوتا جائے گا جیسے کہ قرآن کریم کی طویل سورتیں ہیں تو اس میں اختلاف تفاوت تو کم از کم ضرور پیدا ہوگا۔

اختلاف تلاوم : یہ ہے کہ اختلاف کے باوجود بھی سب معانی میں خوب صورتی پائی جائے ، مثلاً : قراءات کی توجیہ میں اختلاف ، آیات کی تقدیری عبارات میں اختلاف ، ناسخ اور منسوخ میں احکام کا اختلاف وغیرہ ، تو آیت کریمہ میں قرآن کریم کو دلیل بنانے کی ترغیب ہے؛ کیونکہ قرآن کریم میں اس حق کے لیے

ں ،

تناقض ہوتا تو اس پر لغت اور بلاغت کے کافر ماہرین اسی وقت اعتراض کر دیتے جب قران کریم نازل ہو رہا تھا ، لیکن انہیں اپنی عزت کا خیال تھا اس لیے انہوں نے قران کریم کی بلاغت اور نظم کے حوالے سے کوئی اعتراض نہیں کیا ، بلکہ قرآن کریم کی آیات سن کر بہت سے کافر مسلمان ہو گئے تھے ، اور م

م :

ائی شخص نے جس چیز کو تناقض یا تعارض کہا ہے کہ ایک بار اللہ تعالی نے فرعون کے پانی میں ڈوب کر مرنے کا ذکر کیا تو پھر دوسری جگہ فرمایا :

بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ

[92:ں

یہاں تعارض سمجھنا بہت تعجب خیز ہے؛ کیونکہ فرعون کے غرق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے فرعون اسی غرق ہونے کے نتیجے میں ہلاک اور واضح طور پر تباہ ہوا ہے۔

، عیسائی سے سوال ہے کہ : کیا پانی میں غرق ہو کر مرنے والے ہر جاندار کو شارک مچھلیاں کھا جاتی ہیں اور وہ سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو جاتا ہے ؟ یا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی جاندار پانی میں ڈوب جائے اور پھر اس کا جسم پانی پر تیرنے لگے ، اور پانی میں تحلیل نہ ہو؟ یہاں یقینی جواب دوسرا جواب ہے ، اور یہی چیز مشا

ے کہتے ہیں کہ فرعون کے ساتھ بھی در حقیقت یہی کچھ ہوا کہ فرعون سمندر میں غرق ہو کر مرا اور پھر اللہ تعالی نے اس کی مردہ نعش کو پانی پر تیرا دیا تاکہ بنی اسرائیل کو فرعون کے مرنے کی تصدیق ہو جائے ، فرعون کی نعش تیرانے میں بھی بڑی حکمت تھی کہ یہ فرعون اپنے آپ کو رب اعلی کہا کرتا تھا!! تو یہاں مناسـ

نا ہیں ، تو یہ لفظ "النجو" سے ماخوذ ہے ، اگر اس لفظ سے مراد نجات ہے تو اس میں موت سے نجات کسی صورت میں شامل نہیں ہوگی ، بلکہ یہاں بدن کی نجات مراد ہے ، کہ بدن کو سمندر کی تہوں یا کسی درندے کی خوراک بننے سے نجات ملی ، اور اگر یہ عیسائی اللہ تعالی کے فرمان : نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ پر تھوڑا سا غور کر لیتا کہ یہ

والله اعلم